وہ کبھی اتنے مایوس نہ ہوتے۔ اس مختصر سی مدت میں دور افتادہ دیہات اور پہاڑی علاقوں میں تعلیم کا شوق کتنا بڑھا ہے، اور وہاں نئی زندگی سے واقفیت کا دائرہ کتنا وسیع ہوا ہے اور پھر صنعتوں کی وجہ سے کارخانہ داروں کے منافع کو چھوڑئیے، عام آبادی میں زندگی کی کتنی زبردست لہر ابھر رہی ہے اگر مصنف ان پر ایک نظر ڈال لیتے، تو وہ کبھی نفرت، تضاد، تہذیبی خلا، اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے جو واقعی ہمارے ہاں ہیں، اتنے بد دل نہ ہوتے۔

باقی رہا پاکستان کے مختلف علاقوں میں علاقائیت کے جذبات کا فروغ۔ تو یہ بھی چنداں غیر متوقع نہیں، اور نہ صرف پاکستان سے مخصوص ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ نالہ و شیون کرنا بیکار ہے۔ متحدہ قومیت کی تشکیل کا ایک مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے۔ اب پاکستان میں جہاں ایک طرف علیحدگی پسند علاقائی جذبات ابھر رہے ہیں، وہاں دوسری طرف معاشی، سیاسی ضرورتیں اور مذہبی اور روحانی قدریں ان علاقوں کو ایک دوسرے سے قریب لا رہی ہیں۔ اور انشاءاللہ آخرالذکر مرکزیت دوست قوتیں، مرکز گریز رجحانات پر غالب آئیں گی۔ کیونکہ زمانہ اسی کا مقتضی ہے اور دوسرے اسی میں علاقوں کی غالب اکثریت کا فائدہ ہے، اور اسی سے ان کی معاشی زندگی وابستہ ہے،

غرض جمیل جالبی صاحب کی یہ کتاب ایک چیلنج ہے ان سب لوگوں کے لئے جو پاکستان کے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق سوچتے ہیں۔ اور اس کی اصلاح و بہتری کے لئے جو خود ان کی اپنی اصلاح و بہتری ہے، کوشاں ہیں۔ مصنف نے اس کتاب پر واقعی بڑی محنت کی ہے، اور اس کے مندرجات کو بڑے موثر، دل آویز ادبی اسلوب میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ یہ کتاب فکر انگیز بھی ہے اور ایک ادبی شاہکار بھی۔

کاغذ، طباعت، کتابت اور جلد اعلیٰ، ضخامت ۲۴۴ صفحے۔ قیمت آٹھ روپے

ناشر:۔ مشتاق بک ڈپو، شلٹن روڈ، کراچی ۱

(ا- س)

معرفت الٰہیہ مصنفہ عارف باللہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحب از اکابر خلفاء حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ صاحب۔ ناشر مکتبہ نظام۔ کمرشل گنج۔ کانپور۔ (انڈیا)

شاہ عبدالغنی صاحب کا وطن ضلع اعظم گڑھ ہے، اور اس وقت آپ کی عمر نواسی سال ہے آپ کے دادا صاحب نسبت بزرگ تھے اور والد صاحب حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے سلسلے میں مرید تھے۔ شاہ عبدالغنی صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے بیعت کی، اور آپ کے

خلفائے اکابر میں سے ہیں۔ زیر نظر کتاب "معرفت الٰہیہ" میں شاہ عبدالغنی صاحب کے افاضات و افادات کو جمع کیا گیا ہے۔ اس مقصد سے کہ "اس سے لوگوں کو معرفت الٰہیہ کے ذرائع اور طریقے معلوم ہو جائیں" اور جیسا کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے تعارف میں لکھا ہے۔ "یہ صرف معرفت کے ذرائع اور طریقے بتلانے والی کتاب ہی نہیں، بلکہ اس کے حصول کے لئے ایک کیمیاوی نسخہ ہے کہ اس کے پڑھتے پڑھتے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔"

کتاب کا اسلوب بیان بڑا موثر اور دلچسپ ہے۔ ایک موضوع کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اس کے بارے میں اگر قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی حدیث شریف ہے تو وہ دی گئی ہے۔ اور ان کی شرح کی گئی ہے۔ مزید وضاحت کے لئے مولانا رومیؒ کی مثنوی کے اشعار مع ترجمہ و تفسیر دیئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اردو اشعار اور نصیحت آموز اور پر از معرفت حکایتیں بھی مذکور ہیں۔ کتاب پڑھیے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ صاحب کتاب سامنے تشریف فرما ہیں، اور ان کی زبان سے یہ سب افاضات ادا ہو رہے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک عنوان ہے "تفکر فی اللہ"۔ اس کے تحت فرماتے ہیں "صحبت اہل اللہ سے کثرت ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ اور کثرت ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت میں آتی ہے۔ اور ذاکر حق تعالےٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا رہتا ہے۔ اور عالم کا ہر ذرہ ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے

برگِ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار

ذکر سے زیادہ فکر سے قرب بڑھتا ہے، مگر فکر میں جلا اور نورانیت ذکر ہی سے آتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فکر کا اجر ذکر سے دس درجہ زیادہ ملتا ہے۔

اس کی تائید میں قرآن مجید کی دو آیتیں پیش کی گئی ہیں مع تفسیر کے۔

"بدون صحبت شیخ ذکر کرنے سے یوں روکا ہے۔ فرماتے ہیں :- بدون صحبت شیخ کامل کے جس نے خود رائی سے ذکر شروع کیا۔ وہ ناز اور تکبر سے ہلاک ہوا......

..... رہبر کامل کے سوا جن لوگوں نے ذکر شروع کیا۔ انہوں نے اس کیفیت اور لذت میں اس قدر ذکر کی تعداد بڑھا دی کہ دل اور دماغ سب معطل ہو گئے، خشکی بڑھ گئی۔ نیند ختم ہو گئی اختلاج کی بیماری لگ گئی۔ رفتہ رفتہ پاگل ہو گئے۔ لوگ ان کو مجذوب سمجھنے لگے۔ (آخر میں لکھتے ہیں) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص قوت سے زیادہ اوراد اختیار کرتا ہے وہ گویا اپنے آپ کو اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ کچھ دن کے بعد سب کچھ چھوڑ بیٹھیں گے۔

شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے مرشد نماز فجر کے بعد ہوا خوری کی غرض سے جنگل کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے اور ایک منزل قرآن ٹہل ٹہل کر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔"

ہمارے حضرت بڑے محقق تھے۔ فرمایا کہ ہوا خوری کی غرض سے صحت کے لئے جنگل نکل جانا بہتر ہے کہ اشراق کے لئے اپنی جگہ بیٹھا رہے دراصل اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ حصول صحت کی نیت سے اس عمل کا درجہ بلند ہوگیا۔ جس درجہ کا مقصود ہوتا ہے اس درجہ میں ذریعہ مقصود بھی ہوتا ہے"

اپنے مرشد حضرت تھانوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :- حضرت فرماتے تھے کہ کسی کو نصیحت کرنا اس وقت میں حرام ہے، جس وقت کہ مخاطب کو حقیر سمجھ کر نصیحت کی جائے عین اصلاح اور نصیحت کے وقت اپنے کو کمتر اور مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھنا یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اصلاح کا منصب بڑا نازک ہے۔

حضرت تھانوی عبدیت اور فنائیت کے کس مقام پر تھے، اس کو مصنف یوں بیان کرتے ہیں :- ہمارے مرشد پاک فرمایا کرتے تھے کہ الحمدللہ میں اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال۔ اور کافروں سے اپنے آپ کو بدتر سمجھتا ہوں فی المآل۔ یعنی ہر مسلمان کے متعلق یہ خیال کرتا ہوں کہ چونکہ فی الحال ایمان کی نعمت موجود ہے اس لئے ممکن ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی عمل اللہ کے نزدیک ایسا محبوب ہو، جو اس کی مقبولیت کا سبب ہو اور میرے ساتھ ممکن ہے کہ کوئی ایسا عمل موجود ہو، جو اللہ کے نزدیک میری نامقبولیت کا سبب بن جائے پس اس احتمال کے ہوتے ہوئے ہمیں ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم کسی فاسق اور گنہگار مسلمان کو حقیر سمجھیں اور اس سے اپنے آپ کو بہتر سمجھیں،

اسی طرح کافر کے متعلق یہ خیال کرتا ہوں کہ فی الحال تو ایمان اس کو حاصل نہیں ہے، لیکن ممکن ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے اس کو ایمان نصیب ہو جائے۔ اور اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اور ممکن ہے کہ

مرنے سے پہلے پہلے کسی معصیت کی نحوست سے میرا ایمان سلب کرلیا جائے۔ پس جب تک خاتمہ ایمان پر نہ ہو جائے اس وقت تک ہم کو ہرگز حق نہیں ہے کہ ہم اپنے کو کسی کافر سے افضل سمجھیں اور اس کو حقیر سمجھیں۔ البتہ اس کے کفر سے عداوت رکھنا مطلوب ہے۔

بزرگ کس طرح اپنے آپ کو فنا کر دیتے تھے، شاہ عبدالغنی صاحب اس ضمن میں حضرت نانوتویؒ کی مثال دیتے ہیں :- حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم تھے اور درویش کامل تھے مگر ایسی سادگی تھی کہ اجنبی شخص دیکھ کر یہ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ مولانا کچھ پڑھے لکھے ہوں گے۔ اکثر کرتہ لنگی میں رہتے تھے۔ کسی نے حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نے اپنے آپ کو مٹا دیا ہے، تو فرمایا کہ ابھی کیا مٹایا ہے؟ اللہ اکبر نہ جانے فنائیت کے کس مقام پر مولانا کو حضرت حاجی صاحبؒ دیکھنا چاہتے تھے۔

انسان کے اندر جو رذائل ہوتے ہیں، ان کا کتنا اچھا نفسیاتی تجزیہ فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں :- امراض جسمانیہ تو بالکلیہ اچھے ہو سکتے ہیں، لیکن نفسانی رذائل کا قلع قمع نہیں ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ	اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اس خبر کی تصدیق کرو
واذا سمعتم برجل زال عن جبلتہ فلا تصدقوہ	لیکن اگر یہ سنو کہ کوئی شخص اپنی جبلت سے ہٹ گیا تو مت تصدیق کرو

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے :- اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ازالہ رذائل کا ناممکن ہے، تو پھر اصلاح کیسے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اصلاح کا طریقہ ازالہ ہی نہیں ہے۔ جو ازالہ کرنا چاہتے، وہ اناڑی پیر ہے۔ جاہل غیر محقق ازالہ کی کوشش کرتا ہے۔ اور طالب کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اصلاح نام ہے ان رذائل کے امالہ کا۔ .... ہر رذیلہ کو اس کے صحیح مصرف کی طرف پھیر دینا ہی اس کی اصلاح ہے...."

غرض پوری کتاب اس طرح کے افادات سے بھرپور ہے۔

کتاب مجلد ہے، ضخامت ۴۰ صفحے۔ اور قیمت چھ روپے (ا - س)

مصر، بیروت اور بغداد کی تازہ ترین مطبوعات اور ہند و پاکستان کے مشہور علمی و دینی اداروں بالخصوص دائرۃ المعارف عثمانیہ، ندوۃ المصنفین دہلی، دار المصنفین اعظم گڑھ اور شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد کی کتابیں ہم سے منگوایئے۔ فہرست کتب طلب فرمانے پر مفت ارسال ہوگی۔

مکتبہ اسحاقیہ جونا مارکیٹ کراچی ۲